مسلمانوں کے چار دشمن
www.deeneislam.com
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم
ضبط وترتیب
محمد عبداللہ میمن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلمانوں کے چار دشمن

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات أعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ، ونشھد أن لا الہ إلا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیدنا وسندنا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولہٗ، صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وأصحابہ وبارک وسلم تسلیمًا کثیرًا کثیراً۔

امابعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

﴿اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا، اِنَّمَا یَدْعُوْ حِزْبَہٗ لِیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ۝﴾ صدق اللّٰہ العظیم (سورۃ فاطر: ٦)

مسلمانوں کے چار دشمن

میرے قابل احترام بزرگو! گزشتہ جمعہ کو ناچیز نے آپ کی خدمت میں یہ عرض کیا تھا کہ ہر مسلمان کے اس دنیا میں چار دشمن ہیں، جن میں سے دو دشمن نظر نہیں آتے:

- ایک دشمن نفس ہے۔
- دوسرا دشمن شیطان ہے۔

دو دشمن وہ ہیں جو نظر بھی آتے ہیں:

- ایک کفار، مشرکین، یہودی اور عیسائی۔
- دوسرے منافقین۔

یہ چاروں مسلمانوں کے دشمن ہیں اور یہ ایسے دشمن ہیں کہ ان سے بڑھ کر مسلمانوں کا کوئی دشمن نہیں ہے۔ یہ چاروں مسلمانوں کی عزت کے بھی دشمن ہیں، مال کے بھی دشمن ہیں، اور اس سے بڑھ کر دین و ایمان کے دشمن ہیں۔ دین و ایمان جو مسلمان کی سب سے بڑی دولت ہے، اصلاً یہ اسی کے دشمن ہیں۔ آج یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ نفس اور شیطان کس طرح مسلمان کو بہکاتے ہیں اور ان چاروں دشمنوں سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟ تاکہ ہم ان کے شر سے محفوظ ہوسکیں اور اپنے دین و ایمان کو بچا کر سلامتی کے ساتھ آخرت میں لے جاسکیں۔ اس لئے کہ آخرت کا اصل سرمایہ یہی ایمان ہے اور ان دشمنوں کی خواہش یہ ہے کہ آخرت میں یہ مسلمان نہ تو ایمان سلامتی کے ساتھ لے جاسکیں اور نہ اعمال لے جاسکیں۔ اور جس طرح یہ خود جہنمی اور دوزخی ہیں، اسی طرح مسلمانوں کو بھی جہنمی اور دوزخی بنالیں۔ اور جس شخص کے جتنے زیادہ دشمن ہوتے ہیں اور جتنے بڑے دشمن ہوتے ہیں، وہ اتنا ہی ہوشیار اور محتاط زندگی گزارتا ہے اور اپنی حفاظت کا اہتمام کرتا ہے۔ اب ہمارے دشمن تو بڑے بڑے ہیں، لیکن اس کے باوجود ہم ہوشیاری کے ساتھ محتاط نہیں رہتے، بلکہ لاپرواہی کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں اور ان دشمنوں سے اپنے دین و ایمان کو بچانے کا خاص اہتمام نہیں کرتے۔

نفس امّارہ کے بہکانے کا انداز

علماء کرامؒ نے فرمایا کہ انسان کا جو نفس ہے، یہ تربیتی مجاہدوں اور ریاضتوں کے بعد تو قابو میں آجاتا ہے اور پھر لوّامہ اور پھر مطمئنہ بن جاتا ہے، لیکن تربیت سے پہلے یہ امّارہ ہوتا ہے۔ اپنی اصل فطرت کے لحاظ سے یہ بھی انسان کو بہکاتا ہے۔ اس کے بہکانے کا طریقہ یہ ہے کہ یہ انسان کے دل میں طرح طرح کی خواہشات پیدا

کرتا ہے۔ ہمارے دلوں میں خواہشات کا جو سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور روزانہ نئی نئی خواہشات ہمارے دل میں پیدا ہوتی ہیں، جن میں کچھ اچھی خواہشات ہوتی ہیں اور کچھ بُری خواہشات ہوتی ہیں، کچھ جائز خواہشات ہوتی ہیں اور کچھ ناجائز خواہشات ہوتی ہیں، یہ دراصل ہمارے نفس کی کارستانی ہوتی ہے۔ "نفس لوّامہ" ہمارے دل میں اچھی اچھی باتوں کے خیالات ڈالتا ہے اور ناجائز اور گناہوں کی خواہشات، گناہوں کے تقاضے اور جذبات "نفس امارہ" کی جانب سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ نفس امارہ ہمارا دشمن ہے جو ہر وقت ہمارے ساتھ ساتھ ہے، اس کا کام ہی یہ ہے کہ وہ ہمارے دل میں بُرے کاموں کی خواہشات پیدا کرتا رہتا ہے۔

نفس گناہ پر مجبور نہیں کرتا

لیکن ان خواہشات کو عملی جامہ پہنانا انسان کا کام ہوتا ہے، کسی کا نفس بھی کسی کو زبردستی کسی کام پر مجبور نہیں کرتا، بس ایک خواہش پیدا کرتا ہے، اب آگے سنبھلنا ہمارا کام ہے۔ اگر اچھی خواہش پیدا ہوئی ہے تو اب ہمارا کام یہ ہے کہ اس خواہش کو عملی جامہ پہنائیں اور اس نیک کام کو انجام دیں۔ اور اگر کسی گناہ کی خواہش اور جذبہ ہمارے دل میں پیدا ہوگیا ہے تو صرف خواہش اور خیال کی حد تک تو ہمارے اوپر کوئی گناہ نہیں، لیکن اگر ہم نے اس کو عملی جامہ پہنادیا تو بس اب گناہ وجود میں آگیا اور ہمارے عمل سے وہ گناہ پایا گیا۔

مثلاً کسی مرد کے دل میں اس کے نفس نے یہ خواہش پیدا کی کہ فلاں نامحرم عورت کو بُری نیت سے دیکھے یا کسی عورت کے دل میں یہ خیال ڈالے کہ وہ کسی نامحرم مرد کو بُرے ارادے سے دیکھے۔ اب اگر اس خیال پر عمل نہیں کیا اور نامحرم کو نہیں دیکھا تو کوئی گناہ نہیں، لیکن اگر اس خواہش پر عمل کرلیا اور اپنے اختیار سے دیکھ لیا تو بس گناہ وجود میں آگیا۔ اس طرح یہ نفس ہمارے اندر نئی نئی خواہشات پیدا کرتا رہتا ہے اور ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہے، چاہے وہ بچہ ہو، یا

بوڑھا ہو، یا جوان ہو، مرد ہو یا عورت ہو، امیر ہو یا فقیر ہو، ہر شخص کے دل میں خواہشات کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہے۔ لہٰذا یہ نفس انسان کے اندر خواہشات پیدا کرتا ہے اور خواہشات کے ذریعہ انسان کو گناہوں کی دعوت دیتا ہے، نفس کا انسان کو گناہ میں مبتلا کرنے کا یہی طریقہ ہے۔

شیطان کے بہکانے کا طریقہ

شیطان کا انسان کو بہکانے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ گناہوں کو اور گناہوں کی باتوں کو خوشنما اور خوبصورت بنا کر انسان کے ذہن میں ڈالتا ہے۔ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس میں مزہ اور لذّت نہ ہو، اگر گناہ کے اندر لذّت نہ ہوتی تو کون گناہ کرتا، گناہ میں لذّت کی وجہ سے انسان گناہ کی طرف لپکتا ہے۔ لہٰذا یہ شیطان گناہ کی لذّت اور اس کے فوائد اس کے ذہن میں لاکر اس کو گناہ کی طرف آمادہ کرتا ہے۔ اور انسان کے دل میں وسوسے اور خیالات ڈالتا ہے، مثلاً ٹی وی دیکھنا ہے، اس میں کچھ فوائد بھی ہیں اور نقصانات بھی ہیں، اب شیطان نے انسان کے دل میں اس کے فوائد کو ایسا مزیّن اور آراستہ کر کے پیش کیا کہ اچھے اچھے سمجھدار اور دین دار بھی اس ٹی وی دیکھنے کے گناہ کے اندر مبتلا ہو گئے۔ لہٰذا انسان کا نفس تو انسان کے دل میں خواہشات پیدا کر کے اس کو گناہ کی دعوت دیتا ہے اور شیطان وساوس اور خیالات انسان کے دل میں ڈال کر اس کے ذریعہ گناہ میں مبتلا کرتا ہے۔

حضرت مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے نفس اور شیطان کے بارے میں یہ اشعار ارشاد فرمائے ہیں ؎

نفس اور شیطان ہیں خنجر دربغل
وار ہونے کو ہے اے غافل سنبھل

یعنی نفس و شیطان بغل میں خنجر لئے کھڑے ہیں تاکہ تمہیں گناہ کے اندر مبتلا کردیں۔ اور ہر وقت وار کرنے کو تیار کھڑے ہیں، ایک گناہ سے بچ جائے تو دوسرے گناہ میں مبتلا کردیں اور اس سے بچ جائے تو تیسرے گناہ میں مبتلا کردیں۔ بس اسی

کوشش میں رہتے ہیں کہ کسی طرح یہ انسان گناہ کر بیٹھے، نافرمانی کر بیٹھے، نماز چھوڑ دے، جماعت چھوڑ دے، جھوٹ بول دے، غیبت کرلے وغیرہ۔

پھر آگے فرماتے ہیں ؎ آ نہ جائے دین و ایمان میں خلل
باز آ ہاں باز آ، اے بدعمل
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

یعنی جہاں کسی شخص نے اپنے نفس کی ناجائز خواہش پر عمل کیا اور شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسے پر عمل کیا، تو بس نفس وشیطان کا وار چل گیا اور وہ شخص گناہ کے اندر مبتلا ہوگیا، اور اس کے ایمان اور عمل میں خلل آگیا۔ اور جس شخص نے اپنے نفس کی ناجائز خواہش کو دبالیا اور شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسے کو دل سے نکال باہر کیا، تو بس ان کا وار خالی چلا گیا اور وہ شخص بچ گیا۔

نفس وشیطان کے حملوں سے بچنے کا بہترین طریقہ

ہمارے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نفس وشیطان کے حملوں سے بچنے کا ایک بہترین طریقہ ارشاد فرمایا ہے: وہ یہ کہ جب انسان کے دل میں کسی گناہ کا خیال اور کسی بُرائی کا وسوسہ پیدا ہو تو فوراً اس خیال اور وسوسے کو دل سے باہر کردے اور نفس اور شیطان سے کہہ دے کہ مجھے یہ کام نہیں کرنا ہے۔ اور وسوسہ جب تک وسوسہ ہے وہ غیر اختیاری ہونے کی وجہ سے نہ تو گناہ ہے اور نہ مضر ہے۔

بعض لوگوں کو اس بات سے بڑی پریشانی ہوتی ہے کہ ان کے دل میں گندے خیالات اور وسوسے آتے ہیں، کبھی وہ وسوسے اللہ تعالیٰ کی شان میں ہوتے ہیں اور کبھی اللہ کے رسول کی شان میں ہوتے ہیں، کبھی آخرت کے معاملے میں، کبھی قرآن کریم کے بارے میں بُرے بُرے خیالات آتے ہیں جس کی وجہ سے وہ پریشان

رہتے ہیں۔ تو یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ وسوسوں کا اور خیالات کا آنا غیر اختیاری چیز ہے اور انسان غیر اختیاری چیزوں کا مکلف نہیں، اور جب مکلف نہیں تو وہ گناہ بھی نہیں ہے۔ لہٰذا کتنے ہی بُرے سے بُرے خیالات آجائیں، ان کی وجہ سے آدمی گناہ گار نہیں ہوتا، جب گناہ گار نہیں تو پھر ان خیالات کے آنے پر نہ تو غم کرنا چاہئے اور نہ ہی پریشان ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ وہ جتنا ان کی فکر کرے گا تو شیطان اور زیادہ پریشان کرے گا اور پھر اور زیادہ بُرے وسوسے اور بُرے خیالات ذہن میں ڈالے گا۔ لہٰذا اس کا فوری علاج یہ ہے کہ آدمی یہ بات ذہن میں لائے کہ یہ آنیوالے خیالات غیر اختیاری ہیں اور غیر مضر ہیں۔

گناہ کا خیال دل سے فوراً نکال دو

لیکن گناہ کا خیال دل میں آنے کے بعد اگر کسی شخص نے اس خیال کو ذہن میں باقی رکھ لیا اور اس خیال کو اپنے ذہن میں گھمانا شروع کردیا تو یہ اب اس شخص کا اپنا عمل ہے، اب وہ خیال غیر اختیاری نہ رہا بلکہ اختیاری بن گیا اور اس گناہ کی بنیاد پڑگئی۔ پھر اگر وہ اس گناہ کے خیال پر عمل کرلے گا تو اس عمل کی جڑ اور بنیاد اسی اختیاری خیال پر ہوگی۔ اگر وہ شخص شروع ہی میں اس خیال کو نکال دیتا تو گناہ کی بنیاد قائم نہ ہوتی، لیکن اس نے اس خیال کو باقی رکھا تو گناہ کی بنیاد پڑگئی اور اس پر گناہ کی عمارت کھڑی ہوگئی۔

لہٰذا جب بھی کسی گناہ کا خیال اور وسوسہ آئے تو اس کو فوراً نکال دو، جس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنی توجہ کو اس گناہ کی طرف سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کی طرف کرلو، اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لگ جاؤ، اللہ تعالیٰ کے کمالات اور خوبیاں سوچنا شروع کردو۔ مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ کیسے مہربان ہیں، کیسے رحمٰن و رحیم ہیں، کس قدر قادرِ مطلق ہیں، کیسی طاقت اور قوت والے ہیں، کیسی ان کی بڑی شان ہے، کیسے بڑے بڑے آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا۔ یہ چیزیں سوچنا شروع کردیں۔

انسانی ذہن کی خاصیت

انسان کے ذہن کی ساخت کچھ ایسی ہے کہ اس کو سوچنے کے لئے کچھ نہ کچھ چاہئے۔ جب آدمی ایک چیز کو سوچنا شروع کرتا ہے تو دوسری چیزوں کے خیالات آنا بند ہوجاتے ہیں، لہٰذا جب گناہ کے خیال کو دل سے ہٹایا اور ذہن کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف متوجہ کردیا یا اللہ تعالیٰ کے کمالات اور خوبیوں کو سوچنے میں مشغول ہوگئے یا کسی اور جائز اور مباح کام کی طرف اپنے ذہن کو متوجہ کرلیا، تو بس وہ وسوسہ اور خیال بھی جاتا رہا اور ہمارا ذہن کام میں لگ گیا۔ اس لئے کہ اس ذہن کی خاصیت یہ ہے کہ یہ جتنا خالی رہے گا اس کے اندر وسوسے اور خواہشات جوش ماریں گی، اور جتنا ہمارا ذہن کسی کام میں مشغول رہے گا، اتنا ہی اس کے اندر وسوسے اور خیال نہیں آئیں گے اور گناہ کی خواہشات پیدا نہیں ہونگی، اور اس طرح نفس و شیطان کو حملہ کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ یاد رکھئے، آدمی اچانک اور ایک دم سے کسی گناہ کے اندر مبتلا نہیں ہوتا بلکہ گناہ کے اندر مبتلا ہونے کے بعد اگر آدمی غور کرے تو اس کو نظر آئے گا کہ گناہ کرنے سے پہلے اس کے دل میں گناہ کا وسوسہ آیا تھا، اور پھر اس وسوسے کو دور نہ کیا بلکہ اس کے اندر غور کرتا رہا اور اس کو پالتا رہا، حتیٰ کہ وہی وسوسہ بڑھتے بڑھتے گناہ کے اندر مبتلا ہونے کا ذریعہ بن گیا۔ کیونکہ اچانک کسی گناہ کے اندر ابتلاء تو شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔

ایک عابد کا عبرتناک واقعہ

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مجلس میں ایک مرتبہ بنی اسرائیل کے ایک عابد کا عبرتناک واقعہ بیان فرمایا تھا کہ شیطان کس طرح انسان کے دل میں گناہ کا وسوسہ ڈالتا ہے اور آہستہ آہستہ کس طرح انسان کو اصل گناہ میں مبتلا کرتا ہے اور کیسے کیسے گناہ کروا دیتا ہے۔ یہ بڑا عبرتناک واقعہ ہے، ہم سب کو اس سے سبق لینا چاہئے، تاکہ ہم بھی نفس و شیطان کے مخفی ہتھیاروں سے ہوشیار

رہیں، اور اپنے آپ کو ان سے بچانے کی کوشش کریں۔ چنانچہ فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک بہت بڑا عابد وزاہد آدمی تھا جو دن رات عبادت میں لگا رہتا تھا، بنی اسرائیل میں اس کی عبادت مشہور و معروف تھی، لوگ دور دور سے اس کے پاس آتے اور اس سے پانی پر دم کراتے اور دعا کراتے۔ اس طرح اس کو عوام کے اندر بڑی مقبولیت حاصل تھی۔

اس بزرگ کے پاس دو بھائی بھی آیا کرتے تھے، ان کی ایک کنواری بہن تھی، ان کے والد اور والدہ وغیرہ اور دوسرے رشتہ دار نہیں تھے، بس یہ تین ہی افراد تھے، ایک مرتبہ ان دونوں بھائیوں کو کسی دور دراز کے سفر پر جانا ضروری ہوگیا، اب اِن دونوں کو یہ فکر ہوئی کہ ہم اپنی بہن کو کس کے پاس چھوڑ کر جائیں، کوئی رشتہ دار یا معتبر آدمی نہیں ہے جس کے پاس بہن کو چھوڑ کر جائیں۔ اسی فکر اور پریشانی میں تھے کہ ان کو خیال آیا کہ یہ عابد اور بزرگ شخص جو ہیں، ان سے زیادہ قابل اعتماد کون ہوگا، بس ان کے پاس چھوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ دونوں بھائی ان بزرگ کے پاس گئے اور جاکر درخواست کی کہ ہم دونوں ایک سفر پر جارہے ہیں اور جانا بھی ضروری ہے اور اس بہن کو اکیلا بھی نہیں چھوڑ سکتے اور سفر میں بھی ساتھ نہیں لے جاسکتے، اس لئے ہم اس کو آپ کے پاس چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں۔ پہلے تو ان بزرگ نے صاف انکار کردیا، لیکن جب ان دونوں بھائیوں نے بہت اصرار کیا تو انہوں نے کہا کہ اچھا اس کو خانقاہ کے فلاں کمرے میں چھوڑ دو، میں اس کے کھانے پینے کا انتظام کردوں گا۔ چنانچہ وہ دونوں بھائی اپنی بہن کو اس کے پاس چھوڑ کر سفر پر روانہ ہوگئے۔

اب وہ بہن خانقاہ کے ایک کمرے میں رہنے لگی، یہ عابد اس کو کھانا بھجوا دیتا تھا، پھر خالی برتن واپس منگوالیا کرتا تھا۔ اب شیطان نے اس عابد کے دل میں خیال ڈالا کہ یہ دونوں بھائی تو مخلص مریدوں میں سے ہیں اور یہ ان کی بہن ہے، اب میں اس کو اس طرح کھانا بھجوا دیتا ہوں، یہ تو مناسب بات نہیں ہے، کبھی خود جاکر بھی

کھانا دے دینا چاہئے۔ چنانچہ اب کبھی کبھی وہ عابد صاحب خود جاکر کھانا پہنچا دیتے، لیکن کھانا دینے کا وہی طریقہ رکھا کہ کھانا باہر دروازے کے پاس رکھ دیا اور اس بہن نے اندر سے ہاتھ بڑھا کر کھانا اٹھالیا، اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد برتن اس نے باہر رکھ دیئے اور یہ اٹھا کر لے آئے۔

دیکھئے! شیطان نے گناہ کرانے کے لئے پہلا خیال دل میں ڈال دیا۔ اگر وہ عابد اسی موقع پر اپنے آپ کو بچالیتا تو آئندہ کے مراحل پر بھی اس کے لئے بچنا آسان ہوجاتا، لیکن وہ عابد اس پہلے مرحلے پر اپنے آپ کو نہ بچاسکا۔ اب شیطان نے اس کے دل میں دوسرا وسوسہ ڈالا کہ یہ کیا تم نے اس کو اچھوت بنا کر رکھا ہوا ہے کہ بس کھانا رکھا اور آگئے اور پھر برتن لے کر واپس آگئے۔ یہ بھی کوئی طریقہ ہے، آخر وہ بھی تو انسان ہے، اس کا تو یہاں پر کوئی بھائی نہیں، کوئی بہن نہیں، کوئی ماں نہیں، کوئی باپ نہیں، کبھی کھانا پہنچانے کے ساتھ اس کو سلام کرنا چاہئے اور خیریت بھی پوچھ لینی چاہئے۔ اب یہ دوسرا مرحلہ آگیا۔ چنانچہ ان عابد صاحب نے اس کو سلام کرنا اور خیریت پوچھنی شروع کردی۔

کچھ دن کے بعد شیطان نے تیسرا وسوسہ ڈالا کہ باہر سے خیریت پوچھنے سے کیا فائدہ، کبھی اندر کمرے میں جاکر بھی خیریت پوچھنی چاہئے تاکہ اس کو کچھ انس ہوجائے، کیونکہ وہ تو بیچاری اکیلی کمرے میں بند ہے، نہ تو اس کا کوئی ہمدرد ہے، نہ کوئی خیرخواہ ہے۔ چنانچہ اس عابد نے اس خیال پر بھی عمل کرلیا اور اب کمرے کے اندر جانے لگا اور دو چار خیریت کے جملے کہہ کر کھانا دے کر اور برتن لے کر واپس آجاتا۔

پھر شیطان نے چوتھا وسوسہ ڈالا کہ کچھ دیر اس کے پاس بیٹھنا بھی چاہئے، کم از کم دس منٹ اس کے پاس بیٹھنا بھی چاہئے۔ چنانچہ وہ عابد اس کے پاس دس پندرہ منٹ بیٹھنے لگا۔ آپ جانتے ہیں کہ اگر کسی کمرے میں مرد اور عورت اکیلے ہوں تو لازماً تیسرا وہاں شیطان ہوتا ہے۔ چنانچہ دونوں کے درمیان رابطہ بڑھتا رہا حتیٰ کہ

آہستہ آہستہ شیطان نے دونوں کو گناہ کے اندر مبتلا کردیا۔ دیکھئے، پہلے وسوسے نے اس کو کہاں سے کہاں تک پہنچادیا۔

ظاہر ہے کہ گناہ میں مبتلا ہونے کے بعد آدمی کو بڑی شرمندگی ہوتی ہے اور آدمی اپنے عیب کو چھپانے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ یا تو وہ ایسا بے غیرت ہوجاتا ہے کہ اس کو اس کی کوئی پرواہ ہی نہیں ہوتی اور اگر تھوڑی بہت غیرت ہوتی ہے تو وہ اس عیب کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ اس عابد نے اس عورت سے کہا کہ تم کسی کو مت بتانا، اور جب تمہارے بھائی آجائیں تو ان کو بھی مت بتانا۔ اس کے بعد اس عورت کے بچہ پیدا ہوگیا، اب اس عابد کو اپنی عزت کی فکر ہوگئی، سب لوگ یہ کہیں گے کہ اس کے بچہ کیسے پیدا ہوگیا؟ اس کا تو کسی سے نکاح ہی نہیں ہوا تھا۔ اس بدنامی سے بچنے کے لئے اس عابد نے اس بچے کو قتل کردیا۔ اب بچے کو قتل کرنے کے بعد اس عابد کو یہ فکر ہوئی کہ یہ عورت تو اپنے بھائی کو ہر حال میں بتادے گی، یہ کیسے مجھے معاف کردے گی، میں نے تو اس کے بچے کو قتل کردیا۔ اب شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا کہ اس عورت کو بھی قتل کردو، نہ بچہ رہے گا اور نہ بچے کی ماں رہے گی۔ اور جب اس کے بھائی واپس آئیں گے تو بتادوں گا کہ تمہاری بہن کا تو انتقال ہوگیا۔ چنانچہ اس نے اس عورت کو بھی قتل کردیا اور دونوں کو ایک قبر میں دفن کردیا۔

لیکن شیطان نے اس پر اکتفا نہیں کیا، شیطان نے سوچا کہ اس نے سب کچھ کرلیا لیکن ابھی تو اس کی دنیاوی عزت باقی ہے۔ لہٰذا جب اس عورت کے دونوں بھائی سفر سے واپس آئے تو وہ دونوں اس عابد سے اور اپنی بہن سے ملنے گئے، جب عابد سے ملاقات ہوئی اور اپنی بہن کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس کا تو انتقال ہوگیا۔ اس عابد نے جھوٹ بھی بول دیا۔ اس طرح شیطان نے ایک اور گناہ کرادیا۔ چونکہ وہ دونوں بھائی اس پر اعتماد کرکے اپنی بہن اس کے پاس چھوڑ گئے تھے، اس لئے دونوں نے اس کی بات پر یقین کرلیا کہ ہاں اس کا انتقال ہوگیا ہوگا،

زندگی اور موت کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔

لیکن شیطان کہاں پیچھا چھوڑنے والا تھا، اس نے سوچا کہ میں نے اس عابد سے یہ سب کام کرا کے اس کی آخرت تو برباد کرادی مگر ابھی دنیاوی عزت و احترام اس کا باقی ہے۔ لہٰذا اس نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ وہ شیطان ان دونوں بھائیوں کے پاس خواب میں آگیا اور کہا کہ تمہاری بہن کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس کا تو انتقال ہوگیا۔ شیطان نے کہا کہ کیسے انتقال ہوگیا؟ اس کا انتقال نہیں ہوا بلکہ اس عابد نے اس کو قتل کیا ہے۔ یاد رکھئے! شیطانی خواب بھی ہوتے ہیں اور رحمانی خواب بھی ہوتے ہیں اور نفسانی خواب بھی ہوتے ہیں۔ یہ خواب شیطانی خواب تھا، خواب میں شیطان نے دونوں بھائیوں سے کہا کہ تم دونوں جاکر تحقیق کرو، عابد نے تمہاری بہن کو قتل کیا ہے، اس کا انتقال نہیں ہوا، اس عابد نے تم سے جھوٹ بولا ہے۔ اس خواب کے نتیجے میں ان کو بھی شبہ ہوگیا۔ چنانچہ ان دونوں نے تحقیق کے لئے مشورہ کیا کہ قبر کھود کر ہم تحقیق کرلیتے ہیں، اس میں کیا حرج ہے، اس سے ہمارا شبہ دور ہوجائے گا۔ اب جب قبر کھود کر دیکھی تو پتہ چلا کہ بہن کو بھی قتل کیا گیا ہے اور اس کے بچے کو بھی قتل کیا گیا ہے اور یہ بچہ اس سے بدکاری کے نتیجے میں پیدا ہوا ہوگا۔ اب دونوں نے جاکر عابد کو پکڑلیا، حقیقت میں وہ قاتل تھا ہی، اس نے جرم کا اقرار کرلیا کہ ہاں مجھ سے یہ غلطی ہوئی ہے۔ بس ان دونوں بھائیوں کو غصّہ آگیا، انہوں نے عابد کو پکڑ کر اس کے پیروں میں رسّی باندھی اور اس کا منہ کالا کیا، اور پورے شہر میں سڑکوں پر اس کو گھسیٹا، تاکہ لوگ اس کا منظر دیکھیں اور اس طرح اس کو ذلیل کردیا۔ آج تک پورے شہر میں جس کی عبادت کی شہرت تھی، آج پورے شہر میں اس کی ذلت اور رُسوائی عام ہورہی ہے، اس کی عبادت بھی برباد ہوئی، عزت بھی برباد ہوئی، ذلت اور رُسوائی پوری دنیا کے سامنے آگئی۔

یہ ہے شیطان کی کارستانی۔ دیکھئے! شیطان نے سب سے پہلے اس عابد کے پاس آکر یہ نہیں کہا کہ تو یہ گناہ کرلے، اور نہ ہی شیطان کسی سے یہ کہتا ہے کہ تم نماز

مت پڑھو یا رشوت لے لو یا سود کھالو، بلکہ وہ شیطان پہلے مختلف گناہوں کے وسوسے اور خیالات دل میں ڈالتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ انسان ان خیالات کو قبول کرتا رہتا ہے اور ان پر عمل کرتا رہتا ہے، آخر کار انسان اس بدترین گناہ کے اندر مبتلا ہو جاتا ہے۔

شیطان کے بارے میں ایک لطیفہ

ایک لطیفہ یاد آیا جو شیطان سے متعلق ہے۔ وہ یہ کہ ایک شخص کو شیطان نظر آگیا اور شیطان سے اس کی ملاقات ہوگئی۔ وہ شخص پہچانتا تو تھا نہیں، پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں شیطان ہوں، اس نے فوراً کہا ارے کم بخت تو ہے شیطان، پھر اس کا گریبان پکڑ کر اس کو خوب بُرا بھلا کہا کہ تو بڑا بدبخت ہے اور تو ایسا ویسا ہے، مخلوق کو تو نے برباد کیا ہوا ہے، اور لوگوں کو بہکا بہکا کر نہ جانے کیسے کیسے گناہوں کے اندر مبتلا کیا ہوا ہے۔ شیطان نے کہا بھائی! تو مجھ پر اتنا غصہ کیوں کر رہا ہے، میں تو کسی کو بہکاتا نہیں ہوں، نہ کسی سے زبردستی گناہ کراتا ہوں، میں تو خالی اشارہ کرتا ہوں مگر لوگ میرے ایسے عاشق ہیں اور میرے ایسے فرمانبردار ہیں کہ میرے اشارے پر ناچنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ وہ کیسے؟ شیطان نے جواب دیا کہ میں ابھی دکھا دیتا ہوں، میں تو کچھ بھی نہیں کرتا، لوگ خواہ مخواہ مجھے بدنام کرتے ہیں، کرتے خود ہیں اور نام میرا لگاتے ہیں۔ تم میرے ساتھ چلو میں تمہیں دکھاتا ہوں۔

چنانچہ شیطان اس کو ایک مٹھائی کی دکان پر لے گیا، وہاں پر گرم گرم جلیبیاں تلی جا رہی تھیں۔ شیطان نے اس کی چاشنی کی کڑھائی میں انگلی ڈبوئی اور دیوار پر لگا دی، اور اس شخص سے کہا کہ تم یہاں کھڑے رہنا اور تماشہ دیکھتے رہنا، کل کو مت کہنا کہ میں نے کیا ہے، بس میں نے اتنا ہی کیا ہے کہ دیوار پر ذرا سی چاشنی لگائی ہے۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں چار پانچ مکھیاں آکر اس چاشنی پر بیٹھ گئیں۔ پھر مکھیوں کو

کھانے کے لئے چھپکلی ان پر دوڑ پڑی۔ قریب میں حلوائی کی بلی کھڑی تھی، اس نے جب چھپکلی کو دیکھا تو وہ اس پر جھپٹ پڑی۔ اور ایک شخص جلیبی خریدنے کے لئے آیا تھا، اس کے ساتھ اس کا شکاری کتا بھی تھا، اس نے جب بلی کو دیکھا تو وہ بلی پر جھپٹ پڑا۔ جب وہ کتا جھپٹ پڑا تو حلوائی کی جلیبی کا تھال نیچے گر پڑا۔ جب حلوائی نے یہ صورت دیکھی تو اس نے فوراً اپنا جھرنا نکال کر کتے کے سر پر مارا جس سے کتا مرگیا۔ اب کتے والے نے حلوائی کی پٹائی کردی۔ اب دس آدمی حلوائی کی طرف سے آگئے اور دس آدمی کتے والے کی طرف سے آگئے اور اب دونوں طرف سے لڑائی شروع ہوگئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پانچ آدمی اس طرف کے مرگئے اور پانچ آدمی دوسری طرف کے مرگئے۔ شیطان نے کہا دیکھو! انہیں میں نے مارا ہے یا یہ خود مرے ہیں، میں نے تو خالی چاشنی لگائی تھی، میں نے اور تو کچھ نہیں کیا، آگے جو کچھ کیا وہ انہی لوگوں کی کارستانی ہے، لیکن اس کو یہ لوگ میرے کھاتے میں لکھ دیتے ہیں کہ شیطان نے سب کچھ کروایا ہے۔ اب بتاؤ کہ کیا چاشنی پر مکھی میں نے بٹھائی تھی؟ کیا چھپکلی کو میں نے بھگایا تھا؟ کیا بلی میں نے اچھالی تھی؟ کیا کتے کو میں نے کہا تھا کہ تو بلی پر جھپٹ پڑ؟ کیا یہ سب کام میں نے کئے تھے؟

شیطان کی کمزور تدبیر

بہرحال، حاصل یہ ہے کہ جو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

﴿اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا﴾ (سورہ نساء:۷۶)

یعنی شیطان کا مکر بالکل کمزور ہوتا ہے، اس لئے کہ وہ دل کے اندر صرف غفلت اور وسوسہ اور خیال ڈالتا ہے، کبھی شیطان یہ نہیں کرتا کہ کوئی شخص نماز پڑھنے جارہا ہو اور شیطان اس کو ہتھکڑیاں پہنا کر باندھ دے کہ خبردار! میں تمہیں نماز کے لئے نہیں جانے دوں گا۔ کبھی آپ نے شیطان کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا؟ کبھی ایسا نہیں کرتا، بلکہ وہ تو ہمیشہ دل میں وسوسے ڈالتا ہے۔ لہٰذا جو شخص وسوسوں سے بچ گیا وہ

شیطان کے کید سے بچ گیا، اور جس شخص نے وسوسے کو دل میں بٹھالیا اور اس پر عمل کرلیا تو بس وہ گناہ کے اندر مبتلا ہوگیا۔ اور شیطان کے وسوسے ڈالنے کے بہت سے طریقے ہیں اور ان سے بچنے کے بھی بہت سے طریقے ہیں۔ اب ہمیں شیطان کے وسوسوں سے بچنے کے طریقے جان لینے چاہئیں تاکہ ہم گناہوں سے محفوظ رہ سکیں۔

اللہ کی طرف رجوع کریں

نفس و شیطان کے حملوں سے بچنے کے لئے سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کے فضل کی ضرورت ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوجائے، بس وہی شخص نفس و شیطان کی مکّاریوں اور عیّاریوں سے محفوظ رہ سکتا ہے، لٰہذا سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع کرنا چاہئے۔ اور نفس کے حملوں سے بچنے کے لئے حدیث شریف میں عجیب و غریب دعا منقول ہے۔ وہ یہ ہے:

﴿یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ، اَصْلِحْ لِی شَأنِی کُلَّهٗ وَلَا تَکِلْنِی اِلٰی نَفْسِی طَرْفَةَ عَیْنٍ﴾

(ترمذی شریف بحوالہ مناجات مقبول)

اے حی و قیوم! میں آپ کی رحمت سے فریاد کرتا ہوں، میری ہر حالت کی اصلاح فرما دیجئے اور پلک جھپکنے کے برابر بھی مجھ کو میرے نفس کے حوالے نہ فرما۔ یہ دعا ہم یاد کرلیں، عربی میں نہ کرسکیں تو اردو ہی میں یہ دعا مانگ لیا کریں کہ یا اللہ! ہمیں ایک لمحے کے لئے بھی نفس و شیطان کے حوالے نہ فرما، اور ان کے شر سے اپنی پناہ کامل عطا فرما، آمین۔ ہم میں سے کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر ان کے شر سے بچ نہیں سکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوگا تو ہم ان کے شر سے بچ سکیں گے ورنہ نہیں بچ سکتے۔

شیطان کے حملوں سے بچنے کا دوسرا طریقہ

شیطان کے حملوں سے بچنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں شیطان کے مردود ہونے کا جگہ جگہ ذکر فرمایا ہے، اور ہر جگہ پر شیطان نے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ اب میں انسانوں کو تیرے سیدھے راستے سے گمراہ کروں گا اور ان کو بہکاؤں گا، تاکہ یہ بھی میرے ساتھ جہنم میں جائیں۔ لیکن ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا کہ:

﴿اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ﴾ (سورۃ الحجر: ۴۰)

یعنی ان انسانوں میں جو آپ کے منتخب اور برگزیدہ بندے ہونگے جو آپ کے مخلص اور فرمانبردار بندے ہونگے، ان کو میں نہیں بہکا سکوں گا، ایسے لوگ میرے داؤ سے بالکل محفوظ رہیں گے۔ یہ خود اس نے کہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن کریم میں نقل فرمایا ہے۔ منتخب اور برگزیدہ بندے وہ ہیں جو اعمال صالحہ کرنے میں اور گناہوں سے بچنے میں لگے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول رہتے ہیں۔ ایسے نیک اور صالح بندے شیطان کے مکائد سے اور اس کی عیاریوں اور مکاریوں سے محفوظ رہیں گے۔

لہٰذا ہمارے لئے شیطان کے حملے سے بچنے کے لئے یہ ضروری ٹھہرا کہ ہم نیک اور صالح بندوں کی صحبت کو لازم کرلیں، اس لئے کہ منجانب اللہ وہ شیطان سے محفوظ ہیں اور جو ان کے پاس بیٹھے گا وہ بھی محفوظ ہوجائے گا۔ انشاء اللہ۔

چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آج کل میں مسلمانوں کے لئے اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنے کو فرض عین کہتا ہوں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ایمان کی حفاظت فرض عین ہے اور جس ذریعہ سے ایمان کی حفاظت ہوگی وہ ذریعہ بھی فرض عین ہوگا، اور آج اس زمانے میں ایمان کی حفاظت کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی خدمت اور ان کی صحبت

ہے، ان سے آدمی اخلاص اور سچی طلب کے ساتھ رابطہ قائم رکھے اور ان سے مشورہ لے کر چلے اور ان سے پوچھ پوچھ کر زندگی گزارے۔ بس یہ ہے اللہ والوں کی صحبت اور خدمت میں رہنا، اب چاہے فون کے ذریعہ رابطہ رکھے، چاہے خط و کتابت کے ذریعہ رابطہ رکھے یا زبانی رابطہ رکھے، لیکن ان کی رہنمائی میں چلے اور ان سے پوچھ پوچھ کر اپنی زندگی کے مسائل حل کرے، وہ مسائل جن کا تعلق دین اور شریعت سے ہے اور جن کا تعلق آخرت سے ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا سبق آموز واقعہ

آخر میں حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ عرض کردیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے نیک اور بزرگ شخصیت کے تعلق کی وجہ سے کس طرح ان کے ایمان کی حفاظت فرمائی۔ حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے مفسر، محدث، محقق اور علوم عقلیہ اور نقلیہ کے ماہر تھے۔ جب یہ ظاہری علوم حاصل کر کے فارغ ہوگئے تو اپنے نفس کی اصلاح اور تربیت کے لئے کسی اللہ والے کی تلاش میں نکلے۔ دور دراز کا سفر کیا، لیکن ان کو کسی بزرگ سے مناسبت معلوم نہیں ہوئی۔ آخر کار تلاش کرتے کرتے ایک بزرگ کے پاس پہنچے تو ان سے کچھ مناسبت محسوس ہوئی، ان سے جاکر انہوں نے درخواست کی کہ آپ مجھے بیعت فرمالیجئے، میں آپ کی خدمت میں رہ کر اپنے باطن کی تربیت کرانا چاہتا ہوں۔ پہلے تو ان بزرگ نے انکار کیا لیکن جب ان کا اصرار بڑھا تو ان بزرگ نے ان کو ایک وقت بتادیا کہ فلاں وقت خانقاہ میں آجانا، میں تمہیں بیعت کرلوں گا۔

جب وہ مقررہ وقت آیا تو حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ میں بیعت ہونے کے لئے پہنچے تو ان بزرگ نے خانقاہ کا دروازہ اندر سے بند کرلیا اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کو سامنے بٹھایا، اور ان کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے علم کے پندار اور اس کے گھمنڈ کو دور کرنے کے لئے ان کے دل پر توجہ دی۔ توجہ کیا ہے؟

توجہ قوت خیالیہ سے کام لینے کا نام ہے۔ بعض بزرگوں نے خاص خاص حالات میں اپنے پاس اصلاح کے لئے آنے والے لوگوں کی تربیت کے لئے یہ انداز بھی اختیار کیا ہے۔ یہ طریقہ کار اگرچہ جائز ہے لیکن اصلاح کرنے کا لازمی حصّہ نہیں ہے، نہ اس کا اثر دائمی ہوتا ہے اور نہ ہر بزرگ اس کو اختیار کرتا ہے، بلکہ بعض محقق حضرات کے ارشاد کے مطابق یہ طریقہ ہر شخص کے لئے مفید بھی نہیں ہوتا، حتیٰ کہ بعض کو اس سے نقصان بھی ہوتا ہے۔ اور بعض لوگ خود کچھ کرنے کے بجائے اسی قسم کے توجہ و تصرف کے منتظر رہنے لگتے ہیں، اسی لئے ہمارے بزرگوں کے ہاں اس کا رواج نہیں۔

چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ مجھے تو اپنی توجہ کو سب طرف سے ہٹا کر ایک خاص شخص کی جانب جو مخلوق ہے ہمہ تن متوجہ ہوجانے میں غیرت آتی ہے، یہ تو حق خاص اللہ تعالیٰ ہی کا ہے کہ سب طرف سے توجہ ہٹا کر بس اسی ایک ذات کی طرف ہمہ تن متوجہ رہا جائے۔ البتہ دل سوزی اور خیر خواہی کے ساتھ تعلیم کرنا اور دل سے یہ چاہنا کہ طالبین کو نفع پہنچے اور ان کی دینی حالت درست ہوجائے، یہ توجہ کا ماثور طریق ہے اور یہی حضرات انبیاء علیہم السلام کی سُنّت ہے، اور یہ نفع اور برکت میں توجہ متعارف سے بڑھ کر ہے کیونکہ اس کے اثر کو بقا ہے، برخلاف توجہ متعارف کے کہ اس کا اثر بس اسی وقت ہوتا ہے پھر کچھ نہیں۔ اور فرمایا کہ مجھے تو باوجود جائز ہونے کے توجہ متعارف سے طبعی توحش ہے جیسے اوجھڑی سے کہ اگرچہ حلال ہے لیکن بعض طبیعتیں اس کو قبول نہیں کرتیں۔ (انفاس عیسیٰ صفحہ ۴۴۸)

ہاں خاص خاص حالات میں کسی فوری ضرورت کے تحت اس کے آداب وشرائط کا خیال رکھتے ہوئے بعض بزرگوں نے اس سے کام بھی لیا ہے، جیسے کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قصّہ میں یہ بات پیش آئی — واللہ اعلم

اس توجہ سے ان کو یہ محسوس ہونے لگا کہ جیسے کوئی چیز ان کے دل سے نکل رہی ہے۔ جس طرح تیز ہوا سے کتاب کے ورقے خودبخود پلٹتے ہیں، اس طرح ان کو اپنے دل میں ورقوں کے پلٹنے کی آواز محسوس ہوئی۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ان بزرگ سے پوچھا کہ حضرت! یہ کیا ہورہا ہے؟ یہ کس چیز کی آواز ہے؟ ان بزرگ نے جواب دیا کہ تم جو کچھ پڑھ کر آئے ہو وہ نکل رہا ہے، اور جب یہ ظاہری علم نکل جائے گا تب باطنی علم آئے گا۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً کہا کہ حضرت! ذرا ٹھہر جائیے، یہ ظاہری علوم میں نے بڑی مشکلات کے بعد اور بڑی محنت سے حاصل کئے ہیں، راتوں کو جاگ کر، لمبے لمبے سفر کر کے بڑی مشقتیں جھیل کر ان کو حاصل کیا ہے اور آپ ذرا سی دیر میں ان کو نکال رہے ہیں۔ یہ میرے بس کی بات نہیں، میں آپ سے بیعت نہیں ہوتا، آپ مجھے بیعت مت فرمائیے، مجھے اسی حالت میں رہنے دیں۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں، ظاہری طور پر تو یہ علوم نکل جائیں گے، پھر باطنی طور پر جو علوم آئیں گے وہ اس سے بھی بڑھ کر ہوں گے، اس لئے تم بیعت ہوجاؤ۔ لیکن امام رازی رحمۃ اللہ علیہ بیعت نہ ہوئے اور بیعت ہونے سے انکار کردیا۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ اچھا اب تمہاری مرضی، جب بیعت نہیں ہونا چاہتے تو اب میں زبردستی تمہیں کیا بیعت کروں۔ پھر فرمایا کہ اچھا تم ہم سے بیعت تو نہیں ہوئے، لیکن ہم سے تمہارا تعلق ہے، اب تم اس تعلق کو باقی رکھنا، کبھی کبھار ملتے رہنا، یہ تعلق تمہیں کام آئے گا۔ چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں سے رخصت ہونے کے بعد بھی اس تعلق کو قائم رکھا۔ پھر علوم شرعیہ و عقلیہ کے پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہوگئے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں دہریوں کا بڑا زور تھا۔ اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرنے والے کو "دہریہ" کہا جاتا ہے۔ اور یہ منکرین خدا یہ چاہتے تھے کہ عقل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے وجود کو ثابت کیا جائے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اللہ تعالیٰ کے وجود کو عقل سے ثابت کرنے کے سو دلائل موجود تھے۔

جب کسی دھریے سے مناظرہ فرماتے تو بس دس پندرہ دلائل کے ذریعہ ہی اس کو شکست دیدیا کرتے تھے۔

اتفاق سے ان بزرگ کی زندگی ہی میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا وقت قریب آگیا۔ انتقال کے وقت شیطان آپ کے سرہانے آکر بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے، آمین۔ شیطان نے آکر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ بتاؤ اللہ تعالیٰ کا وجود ہے یا نہیں؟ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیوں نہیں؟ شیطان نے کہا کہ تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عقلی دلیل پیش کی۔ شیطان نے اس دلیل کو توڑ دیا۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری دلیل دی۔ شیطان نے اس کو بھی توڑ دیا۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری دلیل دی۔ شیطان نے اس کو بھی توڑ دیا۔ اس طرح دس دلیلیں دیں، شیطان نے ان سب کو توڑ دیا، اب امام رازی رحمۃ اللہ علیہ دلائل پر دلائل دیتے چلے جارہے ہیں اور شیطان ان کو توڑتا جارہا ہے۔ جب ساٹھ ستر دلیلیں پیش کردیں اور شیطان نے ان سب کو توڑ دیا تو اب امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی فکر اور تشویش ہوئی کہ یہ کون شخص ہے جو میری ہر دلیل کو توڑ رہا ہے اور میری ہر دلیل کا ایسا جواب دے رہا ہے کہ مجھے لاجواب کرتا جارہا ہے۔ اگر خدانخواستہ اسی رفتار سے یہ جواب دیتا رہا تو ذرا سی دیر میں میرے دلائل کا ذخیرہ ختم ہوجائے گا، اور جب میرے پاس دلائل کا ذخیرہ ختم ہوجائے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے وجود میں عقلاً مجھے بھی شبہ ہوگیا، اور یہ میرا آخری وقت ہے، اگر اس آخری وقت میں اللہ تعالیٰ کے وجود میں شبہ ہوگیا تو میرا خاتمہ ہی خراب ہوجائے گا۔ چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ یہ سوچ کر اور پریشان ہوگئے۔

یہاں تک کہ آپ نے نناوے دلیلیں دیدیں اور شیطان نے وہ نناوے دلیلیں توڑ ڈالیں۔ اب امام رازی رحمۃ اللہ علیہ پسینہ پسینہ ہوگئے اور گھبرا گئے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ اب دیکھئے کہ چونکہ کچھ عرصہ تک ایک بزرگ سے تعلق رہا تھا، اس لئے

وہ تعلق کام آیا، اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان بزرگ پر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی اس گھبراہٹ اور پریشانی کی کیفیت کو منکشف فرمایا۔ اس وقت وہ بزرگ اور شیخ وضو فرما رہے تھے، ان کے ہاتھ میں ایک لوٹا تھا، اسی حالت میں وہ لوٹا انہوں نے زمین پر مارا اور کہا: اے رازی! یوں کیوں نہیں کہہ دیتا کہ میں اللہ تعالیٰ کو بغیر کسی دلیل عقلی کے مانتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان بزرگ کے وہ الفاظ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے کان میں پہنچا دیئے۔ جب ان بزرگ کی آواز امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے کان میں آئی کہ اے رازی! یوں کیوں نہیں کہہ دیتا کہ میں اللہ تعالیٰ کو بغیر کسی دلیل عقلی کے مانتا ہوں، امام رازی نے فوراً یہ الفاظ اپنی زبان سے کہہ دیئے۔ بس یہ کہنا تھا کہ شیطان فوراً وہاں سے اٹھ کر بھاگ گیا، اس لئے کہ اس دلیل کا کوئی جواب نہیں،اس دلیل کو کوئی توڑ ہی نہیں سکتا کہ میں بلادلیل اللہ تعالیٰ کو مانتا ہوں، آخرت کو مانتا ہوں اور جنت و دوزخ کو مانتا ہوں۔ بس یہ الفاظ کہے اور اس کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا، اور نیک تعلق کی برکت سے اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا اور آپ کا خاتمہ ایمان پر ہوگیا۔

خلاصہ

اس لئے بھائی! اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نفس و شیطان کے شر سے محفوظ رکھے۔ اور کسی نہ کسی اللہ والے کا دامن تھامنا چاہئے تاکہ اس کی خدمت اور صحبت میں رہ کر انسان اپنے اعمال کی بھی اصلاح کرسکے، اپنے اخلاق کی بھی اصلاح کرسکے، اور اپنے ایمان کی بھی حفاظت کرسکے۔ اللہ کے نیک بندوں کی خدمت میں اللہ کے واسطے آنے والوں کا خاتمہ اللہ تعالیٰ ضرور ایمان پر فرمادیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائیں۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین